© rasailojaraid.com

اسلامی تحریک

سیاسی رجحانات اور "تحریک نہضت اسلامی"

وسطی ایشیا کی مسلم ریاستیں "بازیافت" کے عمل سے گزر رہی ہیں۔ اس "عملِ بازیافت" کی حتمی شکل کیا ہوگی؟ اس کے بارے میں فی الوقت کچھ کہنا ممکن نہیں تاہم ان ریاستوں میں جو فکری اور نظریاتی رجحانات پائے جاتے ہیں، یہ آہستہ آہستہ واضح ہو رہے ہیں۔

اشتراکیت کے سائے تلے آنے سے پہلے وسطی ایشیا کا خطہ اسلامی اور ترک نسل کے حوالے سے پہچانا جاتا تھا، مگر جب اشتراکیت کی گرفت مضبوط ہو گئی تو نئے نظام کے تحت اس خطے کی وحدت کو پانچ سوویت جمہوریتوں کی شکل میں ختم کر دیا گیا اور ہر سوویت جمہوریت ایک قومیت کے نام سے منسوب کر دی گئی۔ ازبکستان، ازبکوں کی جمہوریت ہے اور تاجکستان تاجکوں کی۔ اس طرح قازقستان، کرغیزیہ اور ترکمانیہ اپنی اپنی قومیت کا اظہار کرتی ہیں تاہم اس سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ وسطی ایشیا کے جملہ ازبک صرف ازبکستان میں ہیں یا تاجک تاجکستان کے علاوہ کسی دوسری سوویت جمہوریت میں نہیں رہتے۔

ازبک ازبکستان کے ساتھ باقی چار جمہوریتوں میں بھی آباد ہیں اور ترکمانیہ، تاجکستان، کرغزیہ اور قازقستان کی آبادی میں ان کی نسبت بالترتیب ۸٫۵ فیصد، ۲۲٫۹ فیصد، ۱۲٫۹ فیصد اور ۲ فیصد ہے۔ یہی صورت تاجکوں کی ہے جو تاجکستان کے علاوہ ازبکستان میں آباد ہیں اور آبادی کا ۳٫۸ فیصد ہیں۔ بخارا، سمرقند اور ازبکستان کے بڑے شہروں میں ان کی قابل لحاظ تعداد ہے۔ قازق، قازقستان کے ساتھ ترکمانیہ اور ازبکستان میں آباد ہیں۔ ان کے علاوہ تاتاری مسلمان جن کی بڑی تعداد بحیرہ کیسپین کی دوسری طرف ہے، ازبکستان، تاجکستان اور قازقستان میں موجود ہیں۔

۱۹۲۰ء کے عشرے میں ان جمہوریتوں میں روسی نژاد آبادی نہ ہونے کے برابر یا بہت کم تھی، مگر وقت کے ساتھ ساتھ ماسکو کی طے کردہ پالیسیوں کے نتیجے میں آج ان جمہوریتوں میں روسی آبادی دس فیصد (تاجکستان) سے لے کر ۳۸ فیصد (قازقستان) تک ہے۔

۱۹۲۶ء میں قازقستان میں روس نژاد آبادی ۲۱ فیصد تھی۔ ۱۹۲۰ء اور ۱۹۳۰ء کے عشروں میں خانہ جنگی کے دور میں ہزاروں قازق قتل کر دیے گئے۔ سٹالن نے وولگا جرمنوں، کورین آبادی اور چیچن وغیرہ کو قازقستان جلاوطن کیا۔ پھر دوسری عالمی جنگ کے بعد قازقستان کی صنعتی ترقی کا منصوبہ شروع کیا

Islamic Perliya Vozrozhdemny-I Party مختلف اہل علم نے اس کا انگریزی ترجمہ Islamic Revivalist Party یا Islamic Renaissance Party کیا ہے۔ اس سے اردو ترجمہ "تحریک نہضتِ اسلامی" کیا گیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گیا اور روسی آبادی بتدریج بڑھتی گئی۔ ۱۹۵۰ء کے عشرے میں قازقستان کی "اچھوتی دھرتی" آباد کرنے اور اسے سوویت یونین کا اناج گھر بنانے کا پروگرام شروع ہوا۔ یورپی نوآبادکاروں کا ایک اور سیلاب آیا تو روسی نژاد آبادی میں قابل لحاظ اضافہ ہو چکا تھا اور نتیجتہً قازق اقلیت بنتے چلے گئے اور ایک وقت ایسا آیا کہ سوویت لٹریچر میں قازقستان کو مسلم جمہوریتوں کی صف سے نکال دیا گیا۔

ستر سالہ اشتراکی اقتدار اقتصادی اور مذہبی معاملات میں تو اپنی پالیسیوں میں کامیاب نہ ہو سکا البتہ قومیتوں کے تصوّر کو عوام میں راسخ کرنے میں اسے بڑی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ آج وسطی ایشیا کے مسلمان بالعموم اپنی پہچان ان ہی قومیتوں کے حوالے سے کرتے ہیں جس کے تحت وہ پروان چڑھے ہیں۔

ان ریاستوں کے درمیان جو جغرافیائی حدود ہیں، یہ بڑی نازک ہیں اور اگر قومیت پرستی کے رجحانات کو فروغ ملتا رہا تو اختلافات کے شدید تر ہو جانے کا خطرہ موجود ہے۔ یہ خطرہ اسی صورت میں ٹل سکتا ہے کہ ذیلی شناخت ملّت کے تصور میں گم ہو جائے۔

سابق سوویت یونین کی شکست وریخت کے دوران میں بحیرہ بالٹک کی ریاستوں اسٹونیا، لیٹویا اور لتھوینیا نے جس طرح عوامی اجتماعات کے ذریعے اپنی قوت منوائی اور آزادی کے لئے جدوجہد کی، اس طرح کی کوئی جدوجہد وسطی ایشیا میں نہیں ہو سکی۔ اس کے اسباب میں سرفہرست مغربی دنیا کا روّیہ ہے جو بحیرۂ بالٹک کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے محافظ بن کر سامنے آئی۔ مگر جب ایک مسلم جمہوریت آذر بائی جان میں جمہوری تحریک نے اپنے آپ کو منوانے کے لئے عوامی قوّت کا اظہار کیا تو ماسکو سے ٹینک بھجوا دیئے گئے اور آذر بائی جان کی حزب اختلاف کو کچلنے میں گورباچوف کو کسی تردّد کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

بہرحال وسطی ایشیا کی ریاستوں کو بحیثیتِ مجموعی جدوجہد کے بغیر آزادی حاصل ہوئی بلکہ ازبکستان کے حکمران تو اس حد تک آگے چلے گئے کہ اگست ۱۹۹۱ء کی ناکام بغاوت کو خوش آمدید کہنے والی یہ واحد سوویت جمہوریہ تھی۔ آزادی کے بعد سابق کمیونسٹ قیادت نے قوم پرست رہنماؤں کا روپ دھار لیا ہے۔ کمیونسٹ پارٹی تو نظر بظاہر موجود نہیں۔ مگر وہی لوگ ازبکستان میں "پاپولر ڈیموکریٹک پارٹی" میں نظر آتے ہیں جو پہلے کمیونسٹ پارٹی کے کرتا دھرتا تھے۔ اسی طرح سابق کمیونسٹ تاجکستان میں "سوشلسٹ پارٹی" اور ترکمانیہ "میں ڈیموکریٹک پارٹی" کی شکل میں منظّم ہیں۔ ان ریاستوں کی حکومتوں میں سابق کمیونسٹ بیوروکریسی کو ماضی کی طرح قابو حاصل ہے۔ صرف کرغیز یہ ایسی ریاست ہے جہاں بیوروکریسی نسبتاً کنٹرول میں ہے۔

وسطی ایشیا کے سابق کمیونسٹ رہنماؤں نے بورس یلسن کی پیروی کرتے ہوئے عوام سے اعتماد کا ووٹ حاصل کرنے کی مشق کی۔ فرق صرف یہ ہے کہ بورس یلسن حزبِ اختلاف کا امیدوار تھا اور حکمران

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گروہ کی مخالفت کے باوجود عوام سے اختیار حکمرانی حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکا۔ اس کے برعکس قازقستان اور ترکمانیہ میں نور سلطان نذر بایوف اور ترکمانیہ میں جناب نیازوف بلامقابلہ منتخب ہوئے۔ ازبکستان میں حزب مخالف برلیک (اتحاد) کے عبدالرحیم کو انتخاب میں حصہ لینے سے روک دیا گیا اور تاجکستان میں کمیونسٹوں کے زیر انتظام ذرائع ابلاغ اور ناقص انتخابی عمل نے اس امر کو یقینی بنا دیا تھا کہ حزب مخالف کے امیدوار کی کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہے۔

وسطی ایشیا کی ریاستوں کے پاس اپنی کوئی فوج نہیں۔ بعض نے قومی محافظوں کے دستے تشکیل دیے ہیں مگر ان دستوں کی حیثیت محض صدارتی محافظوں کی ہے۔ سیاسی طور پر یہ قومی محافظ کسی خاص کام کے نہیں۔ تاجکستان کے صدر رحمان نبی یوف نے مئی ۱۹۹۱ء کے مظاہروں کو کچلنے کے لئے ان محافظوں سے کام لینے کی کوشش کی مگر بری طرح ناکام ہوئے اور مظاہروں کے دوران میں جب انہیں روپوش ہونے کے بعد دوبارہ کنٹرول حاصل ہوا تو ان کے سب سے پہلے کاموں میں ایک یہ بھی تھا کہ قومی محافظوں کے دستے توڑ دیے جائیں۔

اس پس منظر میں وسطی ایشیا کے حکمرانوں کا انحصار کاملاً آزاد ریاستوں کی دولت مشترکہ کی افواج پر ہے۔ تاجکستان کے دارالحکومت دوشنبے میں فسادات اور مظاہروں کے بعد دولت مشترکہ کی فوج گشت کرتی رہی ہے۔ حکمرانوں کے ساتھ ان ریاستوں کی روسی آبادی بھی یہی خواہش رکھتی ہے کہ دولت مشترکہ کی افواج موجود رہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ابھی تک روسی آبادی کے خلاف کوئی فساد ہوا ہے اور نہ نسلی فسادات کے دوران میں انہیں کوئی جانی یا مالی نقصان پہنچا ہے۔

وسطی ایشیا کی ریاستوں کے حکمرانوں کے علاوہ جو بڑی حد تک ماضی کا طرز عمل اپنائے ہوئے ہیں، سیکولر جمہوریت کے حامیوں کا گروہ ہے۔ یہ لوگ حکمرانوں کے برعکس غیر کمیونسٹ قوم پرست ہیں۔ ان میں زیادہ تر وہ لوگ ہیں جو سابق کمیونسٹ پارٹی کے رہنماؤں سے ناخوش تھے یا ماسکو کی بالا دستی کے مخالف تھے۔ یہ لوگ ازبکستان میں "برلیک"، تاجکستان میں "رستاخیز"، قازقستان میں "عزت" (آزادی)، کرغیزیہ میں کرغستان اور آذربائی جان میں "پیپلز فرنٹ آف آذربائی جان" کے جھنڈوں تلے منظم ہیں۔

سابق کمیونسٹ قوم پرستوں اور غیر کمیونسٹ قوم پرستوں کے لئے ایک بڑا چیلنج ابھرتی ہوئی اسلامی تحریک ہے۔ کمیونسٹ دور میں مذہب پر عمل کرنے والوں یا مذہب کی تبلیغ کرنے والوں کو جن کٹھنائیوں سے گزرنا پڑا اس کی داستان خاصی دردناک ہے۔ ریاستی نظام تعلیم میں مذہب کی تعلیم کا کوئی امکان نہیں تھا اور نجی طور پر کے۔ جی۔ بی کے جاسوسوں نے اس حد تک خوف وہراس پھیلایا ہوا تھا کہ سربراہانِ خاندان اپنے بچوں کو دینی تعلیم منتقل کرنے سے خائف رہتے تھے۔ اس کے ساتھ مخالف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مذہب نشریات صبح و شام جاری رہتی تھیں۔

مسلم آبادی کو ان کے دین سے دور کرنے کا ایک حربہ یہ بھی اختیار کیا گیا کہ انہیں ان کے علمی ورثہ سے محروم کر دیا گیا۔ سوویت اقتدار سے پہلے وسطی ایشیا کے مسلمانوں کی زبانوں کے رسم الخط فارسی اور عربی تھے جنھیں پہلے رومن رسم الخط سے تبدیل کر دیا گیا اور آخر ۲۸-۱۹۲۶ء میں روسی رسم الخط رائج کر دیا گیا۔ بڑے بوڑھے جو نوجوانوں کو دینی تعلیم دے سکتے تھے وہ یوں بھی ناکارہ ہو کر رہ گئے کہ نئی نسل سرے سے عربی یا فارسی رسم الخط سے آگاہ نہ تھی۔ قرآن پڑھانا ناممکن ہو کر رہ گیا اور خود قرآن مجید پڑھانے والے مدارس جو محض دکھانے کے لئے تھے، انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ جہاں کبھی ہزاروں کی تعداد میں مساجد تھیں، صرف ۲۵۰ رہ گئیں۔ دوسرے لفظوں میں دو لاکھ مسلمانوں کے لئے ایک مسجد تھی۔

ریاست کی مذہب دشمنی، رسم الخط کی تبدیلی اور مذہبی اداروں کی غیر موجودگی کے باوجود وسطی ایشیا کے مسلمان اپنے کلچر سے وابستہ رہے۔ یہ کلچر ان کی پہچان بن گیا اور اس کی حفاظت اور ترویج میں بعض اوقات وہ لوگ بھی پیش پیش رہے جو نظریاتی اعتبار سے پکے کمیونسٹ تھے۔ کلچر سے چمٹے رہنے کے باعث ان میں مسلمان ہونے کا تشخص ہمیشہ قائم رہا۔ چونکہ یہ کلچر اسلامی روایات اور اقدار پر استوار تھا۔ خورد و نوش، رہن سہن اور میل ملاپ میں یہ اقدار کبھی ختم نہ ہوئیں۔ ۱۹۸۰ء کے عشرے میں جب حالات کسی حد تک مذہب کے موافق ہوئے۔ ماسکو نے مذہب دشمنی کے بارے میں اپنے روّیوں پر نظر ثانی کرتے ہوئے لچک پیدا کی تو مساجد کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ بے شمار لوگ مذہبی مراسم ادا کرنے لگے اور انہوں نے دین کی تبلیغ و ترویج کے لیے زیر زمین ادارے قائم کر لیے۔ ان زیر زمین کام کرنے والے اداروں کا نظام اس قدر مضبوط تھا کہ کے۔ جی۔ بی بھی اس کی وسعت سے پورے طور پر آگاہ نہ تھی۔ ماسکو کے بدلے ہوئے زاویۂ نظر کے ساتھ وسطی ایشیا کے قریب ایران میں انقلاب اور افغان جہاد نے اسلام کی لے کو مزید بلند کیا اور وسطی ایشیا میں احیائے دین کے واضح آثار نظر آنے لگے۔ ۱۹۸۵ء میں مساجد کی تعداد چار سو کے لگ بھگ بتائی جاتی تھی اور ۱۹۹۰ء میں پانچ سال بعد یہ تعداد گیارہ سو سے بڑھ گئی۔

۱۹۹۰ء میں ماسکو میں "تحریک نہضت اسلامی" کی بنیاد رکھی گئی اور آج یہ تحریک ایشیا کی تمام مسلم ریاستوں میں موجود ہے، گو اسے ایک رجسٹرڈ تنظیم کی حیثیت سے کام کرنے کی اجازت نہیں۔ "تحریک نہضت اسلامی" کا اصل کام تاجکستان اور وادی فرغانہ میں ہے۔ وادی فرغانہ جو ہمیشہ سے اسلام کا گہوارہ رہی ہے، آج تاجکستان، کرغیزیہ اور ازبکستان میں منقسم ہے۔

تاجکستان وسطی ایشیا کی مسلم ریاستوں میں اقتصادی اعتبار سے بہت زیادہ پس ماندہ ہے۔ اس کی معیشت کا انحصار زیادہ تر زرعی جنس کپاس پر ہے۔ سابق سوویت یونین کی معاشی پالیسیوں نے آج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسے دوسری ریاستوں کی نسبت زیادہ پریشانیوں کا شکار کر رکھا ہے۔ اقتصادی پریشانیوں میں مزید اضافہ بلند شرح افزائش آبادی سے ہو رہا ہے۔ سابق سوویت یونین میں بلند ترین شرح افزائش آبادی اسی ریاست میں تھی۔ آج اکاون لاکھ کی آبادی میں ۵۲ فیصد لوگ اٹھارہ سال سے کم عمر کے ہیں۔ بے روزگاری بہت زیادہ ہے اور ایک اندازے کے مطابق کام کے قابل افرادی قوت میں تقریباً چھ لاکھ افراد کے لیے روزگار کے مواقع موجود نہیں ہیں۔ حکمرانوں کی ناکامی "تحریک نہضتِ اسلامی" کی مقبولیت کا ایک مزید سبب ہے۔

"تحریک نہضتِ اسلامی" کو مساجد اور مدارس کے ذریعے ایک نظام کار تو حاصل ہے تاہم ریاستی حکمرانوں نے مساجد کا انتظام تاشقند کے مفتی اعظم کے ہاتھ میں دے رکھا ہے اور وہی دینی تعلیم کے ذمہ دار خیال کیے جاتے ہیں۔ تحریک نہضت اسلامی کی قیادت کو مفتی اعظم کی پالیسیوں سے چنداں اتفاق نہیں۔ ریاستی حکمرانوں نے تحریک کو قانوناً تسلیم کرنے سے انکار کر رکھا ہے۔ ازبکستان کے اسلام کریموف اپنی ریاست کی معاشی پریشانیوں اور بدحالی کے لئے ماسکو کو موردِ الزام ٹھہراتے ہیں تاہم اپنے عوام کے نام ایسی اپیلیں بھی جاری کرتے ہیں کہ اسلامی ریاست کے قیام کی باتیں نہ کریں جو مغرب کو اقتصادی امداد سے ہاتھ کھینچ لینے پر مجبور کر سکتی ہے۔ قازقستان کے صدر نور سلطان نذر بایوف نے فروری ۱۹۹۲ء میں ہندوستان اور پاکستان کے اپنے دورے کے دوران میں یہ کہا تھا کہ "اسلامی بنیاد پرستی ہمیں صدیوں پیچھے لے جائے گی۔"

تحریک نہضت اسلامی کو نہ صرف روایت پسند طبقے کی تائید حاصل ہے بلکہ جدید تعلیم یافتہ طبقے میں اس نے نفوذ حاصل کر لیا ہے اور اس امر کے لئے مسلسل کوشاں ہے کہ اسے قانونی طور پر تسلیم کر لیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ آبادی تک اپنا پیغام پہنچا سکے، مگر تحریک کا نعرہ "جمہوریت، جمہوریت دوستوں کے لئے اور اسلام، مسلمانوں کے لئے" بہت سے "غیر بنیاد پرستوں" کو پریشان کر دیتا ہے۔

گزشتہ سال سے تحریک "الوحدۃ" کے نام سے ایک اخبار شائع کر رہی ہے جس میں وسطی ایشیا کے مسلمانوں کے حوالے سے سماجی، اقتصادی، دینی اور سیاسی خبریں شائع ہوئی ہیں۔ اخبار میں تحریک کی سرگرمیوں پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور اسلام پر مختلف معلوماتی مضامین کے ساتھ ساتھ عالمِ اسلام سے متعلق تجزیاتی رپورٹیں چھپتی ہیں۔ مثال کے طور پر اس کے اولین شمارے بابت ۹ جنوری ۱۹۹۱ء میں اسلامی بنیاد پرستی کے حوالے سے ایک مقالہ شائع ہوا ہے جس میں واضح کیا گیا ہے کہ جب مخالفِ اسلام قوتیں یہ اصطلاح استعمال کرتی ہیں تو ان کے پیش نظر کیا مفہوم ہوتا ہے۔

"تحریک نہضتِ اسلامی" اور اس کے ترجمان "الوحدۃ" کے جواب میں روسی اطلاعاتی ایجنسی نووستی (Novosti) نے ایک پندرہ روزہ جریدے Islamic vestnik (نقیبِ اسلام) کی اشاعت شروع کی ہے۔ نووستی کو اس جریدے کی تیاری میں "قومی اکیڈمی برائے ثقافت و انسانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقدار" کی حمایت اور تعاون حاصل ہے۔ اس جریدے میں سابق سوویت ماہرین اسلامیات کے رشحاتِ قلم شائع ہوئے ہیں۔ Islamic vestnik کے پہلے شمارے میں "رشین فیڈریشن میں قومیتوں کے مسائل سے متعلق کمیٹی" کے چیئرمین جناب رمضان عبداللطیف کا مضمون شائع ہوا ہے جس میں انہوں نے تحریکِ نہضتِ اسلامی کو بدنام کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس شمارے میں ماسکو کے اسلامک سنٹر کے امام عین الدین نے تحریک کا نام لیے بغیر اس پر الزام لگایا ہے کہ وہ اپنے سیاسی مقاصد کے لئے اسلام کو آڑ بنائے ہوئے ہے۔

کسی بھی تحریک کے بارے میں جسے کھلے بندوں کام کرنے کی اجازت نہیں ہوتی، مختلف افواہیں حقیقیت کے طور پر تسلیم کرلی جاتی ہیں۔ تحریکِ نہضتِ اسلامی کے مخالفین اسے "بنیاد پرست" کے طور پر پیش کرتے ہیں جس کے افغان مجاہدین سے روابط ہیں۔ مگر یہ بات سامنے آچکی ہے کہ تحریک نہضت اسلامی دل جمعی سے تبلیغ و ترویج دین کے کام کو بنیادی اہمیت دیتی ہے اور اقتدار پر قبضہ کرلینے کی کوئی فوری خواہش نہیں رکھتی۔ تاہم اس بات کا انحصار وسطی ایشیا کے حکمرانوں کے طرزِ عمل پر منحصر ہے کہ وہ جمہوری اقدار اپناتے ہوئے تحریک نہضت اسلامی کو کام کرنے کی اجازت دیتے ہیں یا نہیں۔ جمہوری طور پر کام کرنے کی اجازت نہ ملنے کی صورت میں کسی بھی تحریک کے کارکنوں میں جو مایوسی اور بے دلی پیدا ہوتی ہے وہ تحریکِ نہضتِ اسلامی کے کارکنوں میں یقیناً پیدا ہوگی جو انہیں متصلب بنا سکتی ہے۔

• • • • • • • • • • • • • • • • • •

© rasailojaraid.com